TAHREER
Journal of Languages & Literature
eISSN:3007-2085
pISSN:3007-2077
تحریر
Vol. 4 No. 3 (2026) HEC-approved in the Y category

An Analytical Study of Interviewing Traces in the First Phase of "Adabi Dunya"

مجلہ "ادبی دنیا" کے دورِ اول میں مصاحباتی نقوش کا تجزیاتی مطالعہ

Nadeem Afzal[1*], Dr. Nazar Abid[2]
PhD Scholar, Associate Professor, Urdu Department, Northern University, Nowshera
***Corresponding Email:** nadeemafzaal123@gmail.com
DOI: https://doi.org/10.65827/tahreer.v4i3.89

Abstract

This study investigates the interview-related content published during the first phase of the distinguished Urdu literary journal Adabi Dunya and evaluates its contribution to the evolution of Urdu interview writing. The research reveals that the journal, under the visionary editorship of Tajwar Najibabadi and later Salahuddin Ahmad and Mansoor Ahmad, played a pivotal role in introducing and popularising diverse interview forms in Urdu literary journalism. Through textual and analytical examination of the journal's early issues, the study identifies a wide range of interview practices, including formal interviews, translated interviews, biographical conversations, thematic dialogues, and imaginative interview-based literary discourses. Regular sections such as "Aaina-e-Alam," "Khawateen ka Hissa," and "Akhbar-e-Ilmiya" facilitated the transmission of international intellectual, social, and literary perspectives to Urdu readers. The article further highlights the significance of Mansoor Ahmad's editorial initiatives, particularly his interview with Agha Hashar Kashmiri and the publication of imaginative dialogic pieces that transformed interview writing into a vehicle of literary criticism and intellectual inquiry. The study concludes that Adabi Dunya substantially expanded the thematic, structural, and critical dimensions of Urdu interview writing, thereby establishing an enduring foundation for the development of modern interview literature in Urdu.

Keywords:
Adabi Dunya, Interview, Tajwar Najibabadi, Mansoor Ahmad, Salahuddin Ahmad, Aaina-e-Alam, Agha Hashar Kashmiri, Journalism

Received: 31-07-2026 **Revision:** 07-09-2026 **Online:** 23-10-2026
Accepted: 05-10-2026

This article is licensed under the Creative Commons Attribution (CC BY 4.0). Free use, distribution, and reproduction are permitted with proper citation of the original work.
© The Author(s).

بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول کو بلا شبہ اردو اخبارات اور رسائل و جرائد کے عروج کا زریں عہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس نصف صدی کے دوران برصغیر پاک و ہند سے شائع ہونے والے اردو اخبارات اور ادبی و نیم ادبی رسائل و جرائد کی تعداد ہندی، بنگلہ اور دیگر مقامی زبانوں میں شائع ہونے والے اخبارات و جرائد سے کسی طور کم نہ تھی۔ یہ دور اردو ادبی صحافت کی تاریخ میں نظریاتی، فنی اور ہیئتی تجربات کا دور تھا جس نے اردو ادب کو جدید بین الاقوامی رجحانات سے روشناس کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہی صحافتی لہر اردو مصاحبہ نگاری کے ارتقا کے لیے بھی نیک فال ثابت ہوئی کیونکہ بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں ہی "مخزن" (لاہور)، "زمانہ" (کانپور)، "خاتون" (علی گڑھ)، "ہمایوں" (لاہور)، "نگار" (لکھنؤ) اور دیگر موقر ادبی رسائل میں بو قلموں سیاسی، سماجی، علمی اور ادبی موضوعات پر رسمی، غیر رسمی اور تخیلاتی مصاحبے تحریر کرنے کی مضبوط بنیاد رکھی جا چکی تھی۔ ان ابتدائی مصاحباتی نمونوں میں جہاں بالمشافہ گفتگو کے عناصر موجود تھے، وہیں تحریری سوال ناموں، مکتوباتی تبادلوں اور تخیلاتی و تمثیلی مکالموں کا رنگ بھی نمایاں تھا۔ انھی مجلاتی کاوشوں کے طفیل اردو مصاحباتی نثر میں ایک نیا تحریری اسلوب پروان چڑھ رہا تھا جو روایتی صحافتی مصاحبہ نگاری کے یک طرفہ بیانیہ انداز کے برعکس دو طرفہ پرسش و پاسخ اور استفساری منہج پر استوار تھا۔

انھی تاب ناک علمی و ادبی روایات کا ایک معتبر اور تاریخی باب ماہنامہ "ادبی دنیا" کا اجرا تھا۔ یہ وقیع علمی و ادبی جریدہ مئی ۱۹۲۹ء میں مولانا تاجور نجیب آبادی کی بصیرت افروز ادارت میں لاہور سے جاری ہوا۔ "ادبی دنیا" کے سرورق پر "مشرق و مغرب کے جدید و قدیم ادبیات کا مرقع" کا جلی عنوان ثبت ہوتا تھا جو محض ایک رسمی شوشہ نہ تھا بلکہ اس رسالے کے فکری منشور اور ادبی پالیسی کی مکمل ترجمانی کرتا تھا۔ مدیرِ اعلیٰ نے واضح کر دیا تھا کہ یہ جریدہ مشرقی ادبیات کی پاسداری کے ساتھ ساتھ مغربی علوم، جدید افکار اور عالمی ادب کے شہ پاروں کو اردو دان طبقے تک پہنچانے کا فریضہ انجام دے گا۔ "ادبی دنیا" کی اس جدید اور وسیع المشرب پالیسی نے جہاں نوآبادیاتی دور کے ذہنی جمود کو توڑا، وہیں چند قدامت پسند ادبی حلقوں میں تشویش کی لہر بھی دوڑا دی۔ کئی معاصر ادیبوں نے اس مغربی ادبی آمیزش پر سخت تنقید کی اور اعتراضات اٹھائے۔ "ادبی دنیا" مدیرِ اعلیٰ علامہ تاجور نجیب آبادی نے اس علمی و فکری کشمکش کی بابت جولائی ۱۹۲۹ء کے شمارے کے اداریے بعنوان "عرضِ حال" میں نہایت جرأت مندی سے اپنا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے لکھا کہ:

> "بعض اہل قلم نے ہمارے بھیجے ہوئے زرِ معاوضہ کو واپس کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ مشرق کو مغرب بنانا چاہتے ہیں مگر یاد رکھیے کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب اور یہ دونوں کبھی نہیں مل سکتے۔ بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے مقررہ اصول کے مطابق اپنے سب اہل قلم کو معاوضہ بھیجا تھا۔" (۱)

اس ادارتی موقف سے اس بات کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے کہ "ادبی دنیا" نے روزِ اول سے ہی ادبی و تنقیدی تنوع اور عالمی ادبی رجحانات کی ترویج کا بیڑا اٹھایا تھا اور اسی نظریاتی لچک کے نتیجے میں جریدے کے صفحات پر مقامی نثری کاوشوں کے ساتھ ساتھ کثرت

سے عالمی ادبیات کے تراجم خصوصاً مصاحباتی تراجم کو باقاعدگی سے جگہ ملنا شروع ہوئی۔

نوآبادیاتی اور پس نوآبادیاتی تناظر میں عالمی سطح پر انٹرویو نگاری صحافت کا ایک مقبول اور بااثر حربہ بن چکی تھی جسے "ادبی دنیا" نے نہ صرف اپنایا بلکہ اردو کے نثری و مکالماتی ماحول میں رائج کرنے کی شعوری کوشش کی۔ "ادبی دنیا" کے ابتدائی شماروں سے ہی مصاحباتی ہیئت کے متنوع نمونے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جلد اول کے تیسرے شمارے جولائی ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں اطالوی سیاسی رہنما اور آمر مسولینی سے ارون کوب کا کیا گیا ایک تاریخی اور اہم مصاحبہ شامل کیا گیا جسے حنیف ہاشمی نے رسمی سوال و جواب کے اردو قالب میں ڈھالا تھا۔اس کے بعد نومبر ۱۹۲۹ء کے شمارے میں صدیق طبیب بہاری کا امریکی ماہرِ تعلیم اور نامور ماہرِ سماجیات ڈاکٹر ایڈورڈ آلزورتھ روس(Dr.E.A.Ross) سے کیا گیا بالمشافہ مصاحبہ شائع ہوا۔ یہ مصاحبہ اپنے دور کے معاشرتی، تعلیمی اور نسائی مسائل کا احاطہ کرتا تھا جس میں امریکی اور یورپی تمدن کے باہمی فرق، حقوقِ نسواں کی تحریکات، تیرتی ہوئی یونیورسٹی (Floating University) کے اچھوتے تعلیمی تصور اور امریکہ میں شراب کی خرید و فرخت پر عائد پابندی کے اثرات مجموعی امریکی معاشرتی تناطرات جیسے سنجیدہ موضوعات پر سوالات کیے گئے تھے۔

مصاحبہ کار صدیق طبیب بہاری نے جس معروضی، براہِ راست اور رسمی استفساری انداز میں سوالات قائم کیے وہ ذیل کے اقتباس سے پوری طرح ظاہر ہوتا ہے:

> "میں نے پوچھا کہ آپ نے یہ دنیا کا چکر کاٹنے والی سفری یونیورسٹی کی بدعت خوب جاری کی ہے؟۔۔۔میں نے کہا لیکن آپ میں جو غریب ہیں ان کا آپ کیا سامان کرتے ہیں؟۔۔۔میں نے دریافت کیا کہ امریکہ کی عورتوں پر نئے حالات کا کیا اثر پڑا ہے؟۔۔۔میں نے پوچھا کہ شراب کی خرید و فروخت کی بندش کا کیا اثر ہوا ہے؟۔۔۔رائے عامہ اس کے موافق ہے یا نہیں؟ اور اس بندش کی وجہ سے نشے کی دوسری چیزوں کا رواج تو نہیں بڑھ گیا ہے؟"(۲)

ان استفسارات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ "ادبی دنیا" محض تفریحی یا سطحی تحریروں کا مجموعہ نہیں تھا بلکہ عالمی، سائنسی، سماجی اور تعلیمی افکار کو سوال و جواب کی ہیئت میں پیش کرنے کا ایک باضابطہ ذریعہ بن چکا تھا۔

"ادبی دنیا" کی صحافتی و ادبی مقبولیت کا ایک بڑا راز اس کے مستقل اور باقاعدہ سلسلوں کی تنظیم میں مضمر تھا۔ ادارتی عملے، مدیر اور شریک مدیر کی نگرانی میں قائم ان سلسلوں کے ذریعے دنیا بھر کی سیاسی، سماجی اور ادبی پیش رفت کو مصاحباتی شذروں اور خلاصوں کی صورت میں یکجا کر کے پیش کیا جاتا تھا جس سے جریدے کی ادبی و صحافتی اہمیت دوچند ہو جاتی تھی۔ اگرچہ کئی سلسلے اجرا کے بعد بندش کی نذر بھی ہوئے تاہم ان مستقل سلسلوں میں سب سے نمایاں سلسلہ "آئینۂ عالم" تھا جو رسالے کے ابتدائی صفحات کی زینت بنتا تھا جسے قارئین کے ایک وسیع حلقے میں بھرپور مقبولیت حاصل تھی۔ "آئینہ عالم" کے تحت عالمی سیاسی و ثقافتی خبروں کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی شخصیات

کے مصاحبات کے تلخیص شدہ تراجم اور صحافیوں کو دیے گئے اہم بیانات باقاعدگی سے شامل کیے جاتے تھے۔ نومبر ۱۹۳۰ء کے شمارے میں اسی سلسلے کے تحت مسولینی کا ایک اور مصاحباتی خلاصہ پیش کیا گیا۔ فروری ۱۹۳۴ء کے شمارے میں شریمتی سورج ویاس کا ایک تعلیمی مصاحبہ شائع ہوا جس میں یورپ کے تعلیمی ڈھانچے کے متعلق ان کے تجربات اور جوابات کو بیانیہ نثری شکل میں ترتیب دیا گیا تھا۔

سالنامہ ۱۹۳۴ء میں منصور احمد نے جرمن حکومت کی نسلی پالیسیوں سے متعلق ڈاکٹر فرک (وزیرِ داخلہ جرمنی) کا رائٹر کے نمائندے کو دیا گیا ایک اہم صحافتی انٹرویو "آئینۂ عالم" کے ذیل میں تحریر کیا جس کا تمہیدی انداز ظاہر کرتا ہے کہ مشرقی ممالک میں پھیلنے والی پریشانی کے ازالے کے لیے جرمن وزیرِ داخلہ نے بین الاقوامی صحافی کو اپنے بیانات اور استدلال کے ذریعے وضاحت پیش کی تھی۔ مصاحباتی حوالے سے اس مصاحبے کے تمہیدی حاشیے کی بہت اہمیت ہے۔ ادبی دنیا کے اکثر مصاحباتی نمونوں میں تمہیدی نوٹ اور تصریحات کا شمول مستقبل کی ادبی مصاحبہ نگاری کے لیے پیمانہ ثابت ہوئے:

> "نسلی تحفظ کے متعلق جرمن حکومت کی تجاویز پر بعض مشرقی ممالک میں جو پریشانی پھیل رہی ہے اس کے پیش نظر ڈاکٹر فرک وزیر داخلہ نے رائٹر کے نمائندے کو مندرجہ ذیل بیان دیا ہے۔" (۳)

اسی سلسلے میں ستمبر ۱۹۳۸ء کے شمارے میں معاصر ہندوستانی سیاست دان پنڈت جواہر لال نہرو کا ایک مصاحباتی شذرہ شائع ہوا جس میں ہندوستانی خواتین کی سیاسی بیداری اور قومی تحریک میں ان کے کردار پر سوالات کیے گئے تھے۔ اگرچہ "آئینہ عالم" کے اکثر مصاحبات بیانیہ نثر یا تلخیص کی صورت میں ترتیب دیے جاتے تھے لیکن ان کی مسلسل شمولیت اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ "ادبی دنیا" اپنے قارئین کو عالمی اور قومی شخصیات کے خیالات سے آگاہ رکھنے کے لیے مصاحبوں کو معتبر وسیلے کے طور پر استعمال کر رہا تھا۔

مستقل سلسلوں کی اس منظم روایت میں خواتین کے لیے مخصوص کیا گیا حصہ بھی خاص اہمیت کا حامل تھا جہاں عالمی ادب، نسائی بیداری اور مختلف ممالک کی خواتین ادیبوں کی تخلیقی کاوشوں کو ترجمے کے ذریعے پیش کیا جاتا تھا۔ اسی حصے کے تحت ستمبر ۱۹۳۲ء کے شمارے میں "جاپان کی نسوانی دنیا میں اصلاحی تحریک" کے عنوان سے ایک دلچسپ اور فکر انگیز مصاحباتی مضمون شائع ہوا۔ یہ بنیادی طور پر جرمن خاتون صحافی میریا پائپر کے دورۂ جاپان کے دوران وہاں کی خواتین سے کیے گئے سوالات کا نچوڑ تھا جسے مترجم نے "غیر معروف جرنلسٹ" کے قلمی نام سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ اس مصاحبے کے سوالات روایتی خانگی زندگی سے ہٹ کر خاندانی رشتوں، نسلِ نو کی آزادی اور معاشرتی رویوں پر مبنی تھے جن میں جاپانی لڑکیوں سے پوچھا گیا تھا کہ کیا انھیں اپنے والد سے کوئی شکایت ہے، کیا وہ اپنی والدہ کے رویے میں تبدیلی کی خواہش مند ہیں، اور ان کے نزدیک ان کی گھریلو زندگی کس طرح پر سکون اور خوشگوار بن سکتی ہے۔ سادہ، سپاٹ اور معروضی انداز کے حامل اس مصاحبے کے بنیادی سوالات درج ذیل ہیں:

> "کیا تمہیں اپنے باپ سے کوئی شکایت ہے؟ کیا تم اپنی ماں کے سلوک میں کوئی تبدیلی دیکھنے کی متمنی ہو؟ بتاؤ کہ

تمہارے خیال کے مطابق تمہاری گھریلو زندگی کیوں کر خوشگوار بن سکتی ہے؟"(۴)

یہ بنیادی اور نفسیاتی سوالات اردو نسائی مصاحبہ نگاری کی ماہنامہ "خاتون" سے شروع ہونے والی روایت کو ایک نیا تنقیدی اور سماجی رخ عطا کرتے ہیں۔اس کے علاوہ رسالے میں "سوال و جواب" کے عنوان سے ایک اور مستقل لسانی و تعلیمی سلسلہ شروع کیا گیا تھا جس کے تحت قارئین کے پیچیدہ ادبی، لسانی اور عروضی سوالات کے جوابات عموماً جریدے کے جوائنٹ ایڈیٹر تاباں بریلوی دیا کرتے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ "اخبارِ علمیہ" کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے جاری تھا جس میں دنیا بھر کی علمی پیش رفت اور اخبارات کے نمائندوں کو دیے گئے مشاہیر کے مصاحبات کے اقتباسات کو ترجمہ کر کے شائع کیا جاتا تھا۔ان تمام مستقل سلسلوں کی یکجائی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ "ادبی دنیا" کا ادارتی نظام مصاحباتی عناصر کو محض ہنگامی مواد کے طور پر سمونے کے بجائے ایک مربوط حکمتِ عملی کے تحت استعمال کر رہا تھا تاکہ قارئین کا علمی افق وسیع ہو سکے۔

اکتوبر ۱۹۳۳ء میں علامہ تاجور نجیب آبادی کی "ادبی دنیا" سے علیحدگی کے بعد اس جریدے کا انتظام و انصرام مولانا صلاح الدین احمد اور منصور احمد خاں کے ہاتھوں میں آ گیا جس سے "ادبی دنیا" کی تاریخ میں ایک نئے اور تابناک دور کا آغاز ہوا۔ خصوصاً مارچ ۱۹۳۳ء سے مئی ۱۹۳۷ء کے شماروں میں اپنی وفات تک ڈراما نگار، مترجم اور ادبی صحافی منصور احمد جریدے کے مدیر اور شریک مدیر کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ منصور احمد اردو کے ان معدودے چند ادیبوں میں سے تھے جنھیں عالمی ادب کے تراجم، مکالماتی ادب، ڈرامائی ساخت اور مصاحبہ نگاری سے والہانہ لگاؤ تھا۔وہ "ادبی دنیا" کے علاوہ معروف جریدے "ہمایوں" کے بھی مستقل مضمون نگار تھے۔ منصور احمد بنیادی طور پر ڈراما نگار تھے۔ان کی مکالماتی ادب سے رغبت کی وجہ سے "ادبی دنیا" اور "ہمایوں" کے صفحات پر مصاحبوں کی فراوانی کا احساس ہوتا ہے۔ان کے دورِ ادارت میں تسلسل سے ترجمہ شدہ مصاحبے بلکہ سیاسی مصاحباتی کتب کے تفصیلی مصاحبے سلسلہ وار صورت میں ان دونوں رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ منصور احمد نے معروف جرمن نژاد امریکی مصنف اور صحافی جارج سلوسٹر ویرک کے سیاسی و سماجی مصاحبوں کے تراجم شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ منصور احمد لکھتے ہیں:

> "مسٹر جارج سلوسٹر ویرک نے ایک کتاب 'مشاہیر کی جھلکیاں' لکھی ہے جس میں انھوں نے دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کی ملاقات کے حالات درج کیے ہیں اس کتاب سے ایک مضمون 'ریمزے میکدانلڈ کا مذہب' ہمایوں کے کسی گذشتہ شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔موجودہ مضمون بھی انھی کی کتاب سے ماخوذ ہے۔"(۵)

اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ایک صدی قبل "دہلی اردو اخبار" اور دوسرے اخبارات و رسائل کی دیگر زبانوں اور غیر ملکی اخبارات و رسائل کے ماخوذ و مترجمہ خبروں، رپورٹوں اور مصاحبات وغیرہ کی اشاعتی روایت ہنوز جاری تھی۔ منصور احمد کی آمد اور صحافتی

تجربات سے نہ صرف "ادبی دنیا" کے مالی حالات میں بہتری آئی بلکہ جریدے کے ہیئتی و موضوعاتی پھیلاؤ میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ انھوں نے انگریزی اور روسی زبانوں کے شاہ کار افسانوں کے تراجم کے ساتھ ساتھ عالمی رسائل و جرائد سے مصاحباتی تراجم کی مختلف صورتوں کو جریدے کا مستقل حصہ بنا دیا۔ "ادبی دنیا" کے سالناموں کی مسلسل اور بااہتمام اشاعت کا سہرا بھی انھی کے سر جاتا ہے۔ منصور احمد کی ادارتی فعالیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جریدے میں کئی پرانے سلسلے نئے عزم کے ساتھ منظم کیے گئے اور کئی نئے سلسلے شروع کیے گئے جس سے اردو کی ادبی صحافت میں مصاحبہ نگاری کی روایت کو ایک زبردست تحرک ملا۔

منصور احمد کی مصاحباتی خدمات کا ایک نمونہ "ادبی دنیا" کے سالنامہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہونے والا آغا حشر کاشمیری کا مصاحبہ ہے جسے "ہندوستان کے شیکسپیئر آغا حشر کاشمیری ڈراما کیونکر لکھتے ہیں؟" کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ یہ مصاحبہ اردو میں کسی ادبی صنف پر کی گئی یک موضوعی اور سوانحی مصاحبہ نگاری کے اہم نمونوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس مصاحبے کی ہیئتی ساخت اجتہادی اور منفرد ہے کیونکہ منصور احمد نے متن سے اپنے تمام سوالات حذف کر دیے ہیں اور صرف آغا حشر کے جوابات کو بیانیہ نثر میں مربوط جوابی تسلسل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ آغا حشر کاشمیری نے اپنے مخصوص تحکمانہ اور خطیبانہ اسلوب میں منصور احمد کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے تخلیقی عمل، ڈراما نگاری کے تکنیکی اصولوں، کردار نگاری کے ذرائع اور اپنی شخصی عادات سے پردہ اٹھایا ہے۔ آغا حشر کاشمیری کے ایک جواب کا انداز کچھ یوں ہے:

> "منصور صاحب! آپ کو تعجب ہوگا کہ میں نے کبھی لکھتے وقت نشہ سے استمداد نہیں کیا۔۔۔ میں جب کوئی ڈراما لکھنے کا خیال کرتا ہوں تو پہلے اس کے موضوع پر تمام معلومات بہم کر لیتا ہوں۔۔۔ میں اپنے ڈرامے کے کردار اپنے دوستوں آشناؤں اور ملاقاتیوں کے حلقے میں سے انتخاب کر لیا کرتا ہوں اور بعض اوقات انھیں اپنی دنیائے تخیل سے پیدا کر لیتا ہوں۔"(۶)

آغا حشر کاشمیری کا یہ مصاحبہ ظاہر کرتا ہے کہ منصور احمد نے محض سطحی اور سوانحی معلومات پر قناعت نہیں کی بلکہ ان کے سوالات کی نوعیت انتہائی باریک بین، تکنیکی اور تخلیقی عمل کی تہوں تک پہنچنے والی تھی۔ اگرچہ سوالات متن حذف کر دیے گئے تھے تاہم جوابات کا تنوع اور ان کا معنوی ربط بتاتا ہے کہ مصاحبہ کار نے "ڈراما کیسے لکھا جاتا ہے؟"، "کرداروں کا انتخاب کس طرح کیا جاتا ہے؟" اور "تخلیقی تحریک کے وقت نفسیاتی کیفیت کیا ہوتی ہے؟" جیسے گہرے اور موضوع مرتکز سوالات کے تانے بانے بنے تھے۔ مزید برآں یہ مصاحبہ بتاتا ہے کہ اردو مصاحبے میں اب فن کار کے فنی سفر کے ساتھ ساتھ اس کی ذاتی زندگی، سماجی رویوں اور روزمرہ عادات کو بھی کھل کر زیرِ بحث لایا جانے لگا تھا اور مدلل مداحی یا بلا ضرورت حجابانہ طرز اختیار نہیں کی جاتی تھی۔ منصور احمد نے تمہیدی نوٹ میں اس مصاحبے کے لیے "ملاقات" کا لفظ استعمال کیا تھا جو اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اردو میں مصاحبہ نگاری کے لیے ہنوز روایتی اور لغوی الفاظ استعمال

ہو رہے تھے جو زیادہ معنوی وسعت کے حامل ہو چکے تھے۔ یہ معنویت دو اشخاص کے دوبدو مکالماتی انداز سے ترقی کرتے ہوئے جدید تر سوانحی و تنقیدی مصاحبے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ اس اجتہادی کاوش نے اردو ادبی مصاحبہ نگاری کو صحافتی سنسنی خیزی سے نکال کر سنجیدہ فکر اور تخلیقی اسرار و رموز کی بازیافت کا باقاعدہ وسیلہ بنا دیا۔

"ادبی دنیا" کے صفحات پر جہاں رسمی و غیر رسمی مصاحبات پر توجہ دی گئی وہاں تخیلاتی اور تمثیلی مصاحبہ نگاری کے ایسے اچھوتے تجربات بھی کیے گئے جنہوں نے مصاحبے کو تنقید نگاری کے ایک مؤثر حربے میں تبدیل کر دیا۔ سالنامہ ۱۹۳۸ء میں پروفیسر فیاض محمود کا مصاحبہ "۱۰ سال، مکالمہ" کے عنوان سے شائع ہوا جس میں ڈرامائی ساخت اور گروہی مکالمہ نگاری کے ذریعے وقت کے فکری و ادبی دھاروں کا جائزہ لیا گیا تھا۔ اس ہیئتی تجربے کی ایک پختہ صورت اگست ۱۹۴۰ء کے شمارے میں مبشر علی صدیقی کے قلم سے سامنے آئی جس کا عنوان "اقبال اور اس کے نقاد-ایک ادبی مکالمہ" تھا۔ یہ ایک مکمل تخیلاتی اور تمثیلی مصاحبہ تھا جس میں مصاحبہ کار نے عمومی رسمی مصاحبے کے بجائے "طالب علم" (بحیثیت مصاحبہ کار) اور "پروفیسر" و "علامہ" (بحیثیت مصاحب) کے کردار وضع کیے اور ان کے مابین علامہ اقبال کی شاعری، زبان اور فکر پر کیے جانے والے اعتراضات کے تنقیدی زاویوں پر ایک طویل اور سیر حاصل گفتگو مرتب کی۔

اس تخیلاتی مصاحبے میں طالب علم چبھتے ہوئے اور معترضانہ لہجے میں سوالات قائم کرتا ہے جو درحقیقت اقبال کی حیات میں اور ان کی وفات کے فوراً بعد ان کے کلام پر معاصرین، معاندین اور ناقدین کی طرف سے کیے جانے والے بہت سے اعتراضات کا احاطہ کرتے ہیں۔ طالب علم کے سوالات کی استفساری اور تنقیدی نوعیت ملاحظہ فرمائیں:

> "دنیا کہتی ہے کہ اقبال ایک فلسفی شاعر ہے۔ فلسفہ اور شاعری تو متضاد چیزیں ہیں۔ بھلا یہ دونوں ایک جگہ کیسے جمع ہو سکتی ہیں؟ کن شاعروں کا اقبال پر اثر پڑا ہے؟ کیا اقبال حالی اور اکبر سے متاثر نہیں ہوئے ہیں؟ ان کے بعض اشعار میں زبان کی غلطیاں ملتی ہیں۔ چند نئے الفاظ انھوں نے وضع کر لیے ہیں۔ اکثر جگہ محاورات کا خیال نہیں رکھا اور بعض جگہ کلام میں رنگینی بالکل مفقود ہے۔ ان کے کلام میں بعض جگہ تضاد پایا جاتا ہے؟" (۷)

مبشر علی صدیقی نے تخیلاتی مصاحبے کی ہیئت کو استعمال کرتے ہوئے فکری تناظر اور جوابی استدلال کی ایسی دلکش فضا قائم کی جہاں پروفیسر کا کردار ایک ایک کر کے ان تمام اعتراضات کے علمی، لسانی اور جمالیاتی جوابات فراہم کرتا ہے۔ اسی سے اقبالیاتی ادب میں اس مصاحباتی تنقیدی طرز کا اجرا بھی ہوا جس نے بیسویں صدی کے اختتام تک ایک توانا روایت اور اہم مصاحباتی موضوع کی حیثیت اختیار کر لی۔ "ادبی دنیا" کا یہ اقدام مصاحباتی تنقید کا ایک کامیاب تجربہ ہے۔ روایتی تنقیدی مضامین میں جہاں مضمون نگار کا اپنا جابرانہ یک طرفہ بیانیہ حاوی ہوتا ہے وہاں تخیلاتی یا عمومی مصاحبے میں سوال و جواب کی کشمکش سے قارئین کو دونوں نقطہ ہائے نظر کو پرکھنے کا موقع ملتا ہے۔ مبشر علی

صدیقی نے ایک طرف تو معترضین کے شکوک وشبہات کو پوری قوت سے پیش کیااور دوسری طرف ان کا تسلی بخش جواب دے کر اقبال کی شعری وفکری عظمت کو واضح کیاہے۔

یہ اسلوب ظاہر کرتاہے کہ مصاحبہ نگاری اردوادب میں محض شخصیات کے حالاتِ زندگی قلمبند کرنے کا نام نہیں رہی تھی،بلکہ یہ پیچیدہ فکری نظریات،ادبی تنازعات اور تنقیدی مسائل کی گرہ کشائی کا ایک چست اور متحرک ذریعہ بن چکی تھی۔"ادبی دنیا" نے تمثیلی مصاحبہ نگاری کے اس تجربے کے ذریعے اردوادبی صحافت کو یہ باور کرایا کہ اگر مصاحبہ کار کے پاس گہرا علمی مطالعہ اور تخلیقی ذہن موجود ہو تووہ مصاحبے کی ہیئت کو تنقید کا بہترین بدل بنا سکتاہے۔

مجموعی طور پر،"ادبی دنیا" کے دورِاول کی مصاحباتی کاوشوں کا جائزہ لینے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اس جریدے نے اردو مصاحبہ نگاری کے ارتقائی سفر میں سنگِ میل کا کردار ادا کیا۔مولانا تاجور نجیب آبادی کی روشن خیالی اور جرأت مندانہ ادارتی پالیسی نے جریدے کے لیے عالمی ادب کے دروازے کھولے جبکہ منصور احمد اور مولانا صلاح الدین احمد کی متحرک ادارت نے مصاحبے کو حاشیائی اور ضمنی رجحان سے بلند کر کے ارتقاء پذیر ادبی صنف کا درجہ عطا کیا۔"ادبی دنیا" کے پلیٹ فارم سے شائع ہونے والے بین الاقوامی سیاسی و سماجی انٹرویوز،"آئینہ عالم"،"خواتین کا حصہ" اور "اخبارِ علمیہ" جیسے منظم مستقل سلسلے،اور ادیبوں کے سوانحی و ادبی مصاحبے اردو میں تدریجی وتاریخی ربط کے ایسے بین ثبوت ہیں جنھوں نے مصاحبہ نگاری کو استنادی اور تحقیقی وقار بخشا۔اس کے ساتھ ساتھ تخیلاتی مصاحبوں کی ترویج نے یہ ثابت کیا کہ مصاحبہ نگاری کا عمل حقیقت اور تخیل دونوں سطحوں پر تنقیدی بصیرت کو بیدار کر سکتاہے۔انھی ہمہ جہت تجربات کے مرہونِ منت،"ادبی دنیا" نے اردو صحافت میں نہ صرف مصاحبہ نگاری کی تکنیکی وہیئتی وسعتوں کی راہ دکھائی بلکہ بیسویں صدی عیسوی میں جدید اردو بین الاصنافی سوانحی، تحقیقی اور ادبی مصاحبہ نگاری کے مستقبل کی بنیادوں کو بھی مستحکم کیا۔

حوالہ جات

۱۔علامہ تاجور نجیب آبادی،اداریہ "عرض حال"،مشمولہ:ادبی دنیا،دفتر ادبی دنیا میکلوڈ روڈ،لاہور جولائی ۱۹۲۹ء،ص ۲۰۴۔

۲۔صدیق طبیب بہاری،"مصاحبہ"،مشمولہ:ادبی دنیا،دفتر ادبی دنیا میکلوڈ روڈ،لاہور،نومبر ۱۹۲۹ء،ص ۵۶۷تا۵۶۹۔

۳۔منصور احمد،"آئینہ عالم"،مشمولہ:ادبی دنیا(مدیر:صلاح الدین احمد)،مسلم پرنٹنگ پریس،لاہور،سالنامہ ۱۹۳۴ء،ص ۶-۷۔

۴۔غیر معروف جرنلسٹ،"مصاحبتی مضمون"،مشمولہ:ادبی دنیا،دفتر ادبی دنیا میکلوڈ روڈ،لاہور،ستمبر ۱۹۳۲ء،ص ۱۸۴۔

5۔منصور احمد،لمعاتِ کیزرلنگ،مشمولہ ماہنامہ ہمایوں،مسلم پرنٹنگ پریس،لاہور،جلد 19،شمارہ 5 جولائی 1933ء،ص 389

۶۔آغا حشر کاشمیری،مصاحبہ از منصور احمد،"آغا حشر کاشمیری ڈراما کیونکر لکھتے ہیں"،مشمولہ:ادبی دنیا،سالنامہ ۱۹۳۵ء،ص ۹۔

۷۔مبشر علی صدیقی،"اقبال اور اس کے نقاد:ایک ادبی مکالمہ"،مشمولہ:ادبی دنیا،دفتر ادبی دنیا میکلوڈ روڈ،لاہور،اگست ۱۹۴۰ء،ص ۱۵تا۱۹۔

References

1. Najibabadi, T. (1929, July). Arz-e-Haal [Editorial]. Adabi Dunya, p. 204.
2. Bihari, S. T. (1929, November). Musahiba [Interview]. Adabi Dunya, pp. 567-569.
3. Ahmad, M. (1934). Aaina-e-Alam. In S. Ahmad (Ed.), Adabi Dunya (Annual Issue, pp. 6-7). Lahore: Muslim Printing Press.
4. Ghair Ma'roof Journalist. (1932, September). Musahibati Mazmoon [Interview-based article]. Adabi Dunya, p. 184.
5. Ahmad, M. (1933, July). Lama'at-e-Keyserling. Humayun, 19(5), 389. Lahore: Muslim Printing Press.
6. Kashmiri, A. H. (1935). Agha Hashar Kashmiri Drama Kyunkar Likhte Hain (Interview by M. Ahmad). In Adabi Dunya (Annual Issue, p. 9).
7. Siddiqui, M. A. (1940, August). Iqbal Aur Us Ke Naqqad: Ek Adabi Mukalma. Adabi Dunya, pp. 15-19.